ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

ماخذ تحقیقی مجلہ

عامر حسن
لیکچرار پنجاب کالج لاہور

نادید کا فکری و فنی تجزیہ

Amer Hassan
Lecturer Punjab College Lahore.

Artistic and Reflective Analysis of "Nadeed"

"Nadeed" is a symbolic novel. The story revolves around the residents of a blind house. Baba is the main character and Bhola, Sharfu, Rooni, Singha, Lakhi foot main and Mahaguru. The Baba loses his eyesight in an accident during his childhood and after an accident, he regains his sight in an accident during old age. But he keeps pretending to be blind for the world. A foreign agency hires him and he gets involves in Hindu - Muslim riots. His conscious awakes in the end and he save the blind and foreign minister from death. He dies after writing a letter about his leader, foreign agents and all that he has been doing.

Key Words: *Stream Of Consciousness, Blind House, Flash Back, Monologue, Parliament.*

جوگندر پال کا ناول "نادید" ۱۹۸۳ میں پہلی بار منظر عام پر آیا۔ یہ ناول اردو دنیا کے ناولوں میں ایک نیا اور انوکھا تجربہ ہے۔ اس سے پہلے کسی بھی ناول نگار نے نابینا لوگوں کے بارے میں یا ان کی زندگی کی دشواریوں کو اور جدوجہد کو انتہائی چابک دستی اور ہنر کے ساتھ پیش نہیں کیا۔ ناول میں بلائنڈ ہاؤس کو سامنے رکھ کر پورے ہندوستان کی نمائندگی کی گئی ہے۔ دراصل ناول میں بلائنڈ ہاؤس علامت ہے اور یہ علامت اپنے اندر اسرار و رموز لیے ہوئے ہے اس علامت میں معانی کا ایک جہاں آباد ہے۔

بقول ڈاکٹر انور سدید کے:

> "جوگندر پال نے لوگوں کی داخلی بصیرت کو مد نظر رکھتے ہوئے اہل بصارت پر برتری دے کر اردو ادب ایک منفرد تجربہ کیا ہے" (۱)

ڈاکٹر انور سدید کی رائے سے اتفاق کیا جاسکتا ہے کہ نادید اردو ناول کی روایت میں ایک الگ اور انوکھا تجربہ ہے۔

جوگندر پال واقعات و معاملات اور سماجی مسائل پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ وہ حالات کا باریک بینی سے مطالعہ کرنے والے انسان ہیں اس لیے ان کی تخلیقات کے موضوعات دوسروں سے جدا ہیں۔ اس حوالے سے ان کا پہلا ناول "ایک بوند لہو کی" "آمدورفت، بیانات" "دوناولٹ اور افسانوی مجموعے" "دھرتی کا کال" لیکن "بے اصطلاح" "رابطہ" کھودوبابا کا مقبرہ اور سلوٹیں قابل ذکر ہیں۔ وہ اپنی تخلیقات کو پیش کرنے میں خارجی عناصر سے متاثر ہو کر داخلیت کے رنگ میں رنگنے کا ہنر خوب جانتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ جوگندر پال کا فن خارجی داخلی اور صوری امیزیش سے تعمیر ہوتا ہے۔ "نادید" میں یہ تمام رنگ موجود ہیں۔ ناول کا آغاز کچھ یوں ہوتا ہے:

> "دیکھنے کی عادت تو اپنی اپنی ہوتی ہے۔ کیا پتہ، کوئی کیسے دیکھتا ہے؟ میں تو ساری دنیا کو اپنے اندر ہی دیکھتا ہوں"۔ (۲)

ناول کی ابتداء شرفو کے ذاتی اور داخلی تجربے سے ہوتی ہے۔ جدیدیت نے فرد کے ذاتی و داخلی تجربے کو ہی حقیقی تجربہ کہا ہے۔ "نادید" اس کی اچھی مثال ہے۔ بلائنڈ ہاؤس میں شرفو، بھولا، رونی، لکھی، سنگھا، چندو کاکا اور بابا سب سے اہم ہیں۔ اندھوں کے گھر کے علاوہ بھی مہا گرو، فٹ مین اور صحافی بلدیو سنگھ بھی اہم ہیں۔ انہی کرداروں کے اردگرد کہانی گھومتی ہے۔ دراصل مصنف نے بلائنڈ ہاؤس کو علامت کے طور پر استعمال کیا ہے۔ یہ علامت کیا ہے کیسی ہے اور کیوں ہے اس کا بہترین جواب ڈاکٹر ممتاز احمد خان نے دیا ہے:

> جوگندر پال نے اندھوں کے گھر کو علامتی لباس پہنا کر عوام پر جوکروں کی حکومت کا راز افشاں کر دیا ہے۔ (۳)

مصنف نے بڑی مہارت کے ساتھ سیاسی صورت حال کو علامتی اور تمثیلی پیرائے میں اس ناول میں بیان کیا ہے۔

اندھوں کے جہان کو ہندوستان کے حقیقی جہان سے ملا دیا ہے۔ دراصل ناول میں جو اندھوں کی دنیا ہے وہ حقیقی ہندوستان کا جہان ہے۔ جہاں پر بابا یا بابا جیسے لوگ حکومت کرتے ہیں۔ بابا ناول کا مرکزی کردار ہے۔ جوگند رپال نے ناول میں کسی خاص طبقے کو نہیں لیانہ ہی کسی بڑے دانشور کی طرح بڑے بڑے خیالات کا اظہار کیا ہے یہاں اس نے ایک ہی طبقے سے تعلق رکھنے والے مختلف کردار لیے ہیں۔ ان کرداروں کی بدولت ہمارے معاشرے کے پوشیدہ ناسور کو واضح کیا ہے اور کئی بھیدوں کو عیاں کیا ہے۔ جوگندر پال نے ان معاشرتی حقیقتوں کا پردہ تار تار کر کے دانشوروں اور نقادوں کو منفرد انداز میں سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)
ماخذ تحقیقی مجلہ

معاشرتی کرداروں کے حوالے سے شرفو اور بھولا اہم ہیں۔ بھولا معاشرے کا تیز، عیار اور ہوشیار کردار ہے۔ شرفو اپنے نام کی طرح سادہ مزاج اور شریف النفس ہے۔ یہ کردار سادہ ضرور ہے لیکن احمق یا بیوقوف نہیں ہے۔ وہ وقت اور حالات کے نشیب و فراز سے خوب واقف ہے۔ نازک معاملات کی پیچیدگیوں کو خوب جانتا ہے۔ اس لیے شرفو کی نظر میں بھولا مجرم نہیں ہے جو شرفو بن کر رونی کے جسم سے فیض یاب ہوتا ہے اور نہ ہی رونی کو غلط سمجھتا ہے۔ اس لیے بھولا شرفو کے بارے میں یہ سوچ رکھتا ہے:

> ”شرفو بے حد نیک ہے اور اپنی ٹوکریوں کی مانند ہلکا پھلکا، پکا اور خالی، جو بھی چاہو بھر لو۔ اس کی نیکیاں محسوس کر کے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ساری نیکیاں میری ہی ہیں اور میں اپنی ساری برائیوں کے باوجود اس کے لیے ذرا بھی بُرا نہیں کہ میرا یار نیک ہی نیک ہے۔ میں واقعی بڑا خوش قسمت ہوں“۔ (۴)

بابا ناول کا مرکزی کردار ہے وہ اندھوں کے گھر میں تیسری آنکھ کی وجہ سے شہرت رکھتا ہے۔ اندھوں کے گھر کا سربراہ ہے۔ وہ ان کے باپ کی حیثیت رکھتا ہے اور بظاہر اندھا ہے۔ اس کی بصارت بچپن میں ایک حادثے میں چلی جاتی ہے اور پھر ایک حادثے میں لوٹ بھی آتی ہے۔ بابا کی بصارت باعث عذاب ہے۔ وہ اندھوں کی حرکتوں کے ساتھ دنیا کے مکر وفریب کو بھی سمجھنے لگ جاتا ہے۔ جب تک بابا کی آنکھیں نہ تھیں وہ دولت، منصب اور اقتدار کا لالچی نہیں تھا۔ اس میں کوئی ہوس نہ تھی۔ بابا کو تکلیف تب ہوتی جب وہ مکر وفریب والی اور دوہری زندگی بسر کرنا شروع کرتا ہے۔ کچھ بیرونی طاقتیں بھی جان جاتی ہیں کہ بابا اندھا نہیں ہے اور وہ بابا کو گھیر لیتی ہیں۔ وہ بھی ان کا آلہ کار بن جاتا ہے۔ وہ طاقتیں بابا کو صاحب اقتدار کے قریب پہنچا دیتی ہیں۔ وہ پارلیمنٹ کا ممبر بن جاتا ہے۔ بابا آلودہ معاشرے میں مکمل طور پر گندگی میں نہیں دھنس پاتا۔ اُس کا ضمیر جاگ جاتا ہے۔ یہ اُس وقت جاگتا ہے جب اُسے اندھوں کے اجلاس میں صدارت کے لیے بلایا جاتا ہے۔ ساتھ چند اندھوں کو لانے کو بھی کہا جاتا ہے۔ بابا بھولا اور شرفو کو تیار کرتا ہے لیکن بیرونی طاقتیں بابا کو ایک مشن سونپ دیتی ہیں کہ وہ وزیر خارجہ کو جہاز سمیت اُڑا دے۔ اُس جہاز میں اندھوں کو بھی شامل ہونا تھا۔ بابا کو بلائنڈ ہاؤس کے مکینوں سے محبت اور ہمدردیاں ہیں یہاں پر آکر وہ دوہری زندگی کو گزارنے سے انکار کر دیتا ہے اور خودکشی کر کے اپنے ساتھیوں کو بچا لیتا ہے۔ ساتھ ہی وہ بیرونی طاقتوں اور ملوث لوگوں کے بارے میں بھی ایک خط کے ذریعے بتا دیتا ہے۔

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)
ماخذ تحقیقی مجلہ

ناول میں تمام اندھے کرداروں میں موافقت پائی جاتی ہے۔ ان کا انوکھا میل جول ہے۔ تمام کردار اپنے فن میں ماہر ہیں اپنے کام بخوبی سر انجام دیتے ہیں۔ گو ناول میں صنف، عمر، مذہب اور جنس کا تصادم ہے لیکن ایک چیز مشترکہ ہے اور وہ یہ ہے کہ سبھی کردار نابینا ہیں اور صاحب بصیرت ہیں۔ چھٹی حس سب کی بیدار ہے۔ عقل اور جذبے کی آنکھ مچولی تمام کرداروں میں نظر آتی ہے۔ دماغ اور دل کی کشمکش انسانی فطرت بھی ہے۔ عقل اور جذبے کو کشمکش ان تمام کرداروں کو تخریب کے بجائے تعمیراتی سمت میں گامزن کرتی ہے۔ جوگندر پال نے ان کرداروں کی صورت میں بعض نفسیاتی اور فلسفیانہ نکات بھی پیش کیے ہیں جن کی اہمیت نے ناول نگار کی فکری بصیرت کو اجاگر کیا ہے۔ نادید میں وجودیت کا فلسفہ موجود ہے مثلاً شرفو کی خود کلامی:

> بھولے کا کہنا غلط نہیں ہے میری مصیبت بھی یہی ہے کہ تھوڑا تھوڑا جانتا ہوں اور تھوڑا لاعلم ہوں۔ میری لاعلمی مجھے باہر کی طرف دھکیلتی رہی ہے۔۔۔۔۔۔ مگر میرا علم اپنے پاؤں جما کر مجھے روکے رکھتا ہے۔۔۔ بکواس بند کرو۔ کود کر جاؤ گے کہاں۔۔۔۔۔ اور اپنی ذات میں کھبے ہوئے یہ بڑے بڑے پہاڑ۔۔۔۔۔۔۔ آب شار۔۔۔۔ میدان۔۔۔۔۔ انہیں چھوڑ جاؤ گے؟۔۔۔۔ یا ساتھ کیسے لے جاؤ گے؟۔۔۔۔۔۔ پا لیے گئے تو اپنے وجود بغیر انہیں سلجھاؤ گے کہاں؟۔۔۔(۵)

اگر غور کیا جائے تو نادید میں "وجودیت" کا گہرا رجائی فلسفہ فکر کی رو کو متعین کرتا ہے۔ بقول ڈاکٹر حامد علی خان کے:

> "حیات ضمیر یہاں مرکزی حیثیت حاصل کر لیتا ہے"۔(۶)

یہ ضرور ہے کہ معاشرے اور تہذیب پر جوگندر پال گہرا طنز کرتا دکھائی دیتا ہے۔ پورے ناول میں طنز سے کام لیا گیا ہے نادید کے تمام کردار دنیا سے کٹے ہوئے ہونے کے باوجود بے ضمیر اور اخلاق سے گرے ہوئے معاشرے میں زندہ ہیں۔ باباجی جیسے کردار دنیا کے ہاتھوں استعمال بھی ہوتے ہیں۔ اس کے بارے میں ڈاکٹر خالد اشرف یوں بیان کرتے ہیں:

> "نادید کے تمام کریکٹر بے ضمیر اور اندھی سوسائٹی میں جی رہے ہیں اس لیے وہ بیرونی دنیا سے الگ تھلگ ہیں اور اپنی اندھی دنیا میں رہنا پسند کرتے ہیں۔(۷)

بابا اس معاشرے میں صرف آنکھ والا ہے اپنے لوگوں کا غیروں کے ہاتھ سودا کرتے ہوئے محسوس کرتا ہے اب وہ اندھا ہے 'نادید' میں اس وقت irony یا طنز بڑھ جاتا ہے بلکہ گہرا ہو جاتا ہے۔ بابا چاہتا ہے کہ کاش وہ اندھا ہوتا۔ ڈاکٹر ممتاز احمد خان لکھتے ہیں:

> اس طرح ناول میں نابینا بینا دکھائی دیتے ہیں ناول نگار اس طرح ان لوگوں میں تیسری آنکھ کھول دیتا ہے اور یوں آنکھوں والے لوگ بصیرت سے محروم نظر آتے ہیں"۔[۸]

نادید میں نابینا لوگوں کے بے شمار بینائی کے چراغ موجود ہیں جو زندگی کے مختلف میدانوں میں اپنی روشنی لٹا رہے ہیں۔ یہ فکر پارے اگر ترتیب دیے جائیں تو اندھوں میں روشنی کے آفتاب اتر آئیں۔ "نادید" میں بابا کے ساتھ یہی ہوا۔ بابا اپنی کہانی خود سناتا ہے کہ کس طرح اس کو دوبارہ آنکھیں ملیں۔ ابھی اس کی بینائی کو لوٹے کوئی تین چار ماہ ہوئے تھے کہ ایک غیر ملکی کارندہ بلائنڈ ہاؤس دیکھنے آیا۔ وہ اندھوں کے لیے نہایت قیمتی تحائف ساتھ لایا اور بابا کے کام کی تعریف کی۔ جس کی وجہ سے بابا کے سوچنے کی صلاحیت صلب ہو گئی اور بابا نے اپنے آپ کو بطور سوغات اُن کو سونپ دیا۔ دولت کی ہوس انسان کو مقامِ انسانیت سے گرا دیتی ہے۔ بابا تو پھر اندھا ہی تھا۔ جیسے دو آنکھیں ملی اور کوئی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور وہ فٹ مین کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ حقیقت میں مسٹر فٹ مین بڑا گھاک انسان ہے۔ وہ جان جاتا ہے کہ بابا اندھا نہیں ہے۔ اُس پر بے شمار لوگوں کو اعتماد ہے۔ اس لیے وہ بابا کو مکمل شیشے میں اُتارتا ہے تاکہ اپنے ناپاک مقاصد میں کامیاب ہو سکے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ بابا اندھوں کا سربراہ ہے۔ اس لیے وہ سوچتا ہے کہ:

> "وہ انسان جو اندھوں کو بصیرت دیتا ہے وہ خود کیونکر اندھا ہو سکتا ہے"۔[۹]

تیسری دنیا کی بدحالی اور بربادی کا ایک سبب ترقی یافتہ ممالک ہوتے ہیں وہ نہیں چاہتے کہ تیسری دنیا کے لوگ سکھ کا سانس لیں اور ترقی کریں۔ بڑی طاقتیں اپنے خفیہ اداروں کے ذریعے ترقی پذیر ممالک میں ہما قسم کے بحران پیدا کرتی ہیں۔ اس طرح ان کے مفادات کی تکمیل ہوتی ہے۔ برصغیر بھی اس قسم کے بحران سے مبرّا نہیں ہے۔ یہاں کے سیاسی اور طاقت ور لوگ زیادہ دولت کی ہوس اور اقتدار کے لیے اپنی قوم اور ملک بین الاقوامی طاقتوں کے سپرد کرنے سے ایک فیصد بھی نہیں گھبراتے۔ ناول میں اس قسم کی سازشوں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ مسٹر فٹ مین اپنی چالوں سے بابا کو شکست دیتا ہے۔ آغاز کی دو ملاقاتوں میں وہ بابا کو متاثر کرتا ہے اور ساتھ اس پر یہ راز عیاں کرتا ہے کہ اس کا ادارہ دنیا کے دوسرے ممالک کے کرتا دھرتا سیاسی اور سماجی لوگوں کی بہتر کارکردگی کے سبب انھیں مشاورات اور دیگر سہولتیں دیتا ہے۔ ساتھ ساتھ یہ بھی بتاتا ہے کہ آپ کے ملک کے اہم سربراہ اس

کے ادارے کی خدمات سے بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ انسان فطرتاً لالچی ہے تو بابا بھی مسٹر فٹ مین کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس جاتا ہے۔ ڈالروں کا لالچ اس بینا انسان کو نابینا بنا دیتا ہے۔ بابا اس ایجنسی کا نمائندہ بن جاتا ہے اور اس ایجنسی کے حوالے سے بابا کہتا ہے: "بابا کے باہر بیٹھے ہوئے کرتا دھرتاؤں نے اُسے ایک سیکرٹ ورڈ دیا ورڈ کے ساتھ چند لاکھ روپے کیش بھیجا اور بابا کو حکم دیا جاتا ہے کہ یہ رقم ایک شخص آپ سے نشانی بتا کر وصول کرے گا اور ایک شہر میں ہندو مسلم فسادات کروانے کا منصوبہ تھا" (۱۰)

"نادید" ناول میں بیرونی سازشیں کرنے والوں کا مکروہ چہرہ بھی واضح کیا گیا ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں ترقی یافتہ ممالک ایسی سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ ہمیشہ انھیں اندرونی معاملات میں الجھائے رکھتے ہیں۔

غیر ملکی طاقتیں بابا کو راجیہ سبھا کا ممبر بھی بنواتی ہیں۔ جب بابا ممبر نامزد ہوتے ہیں تو بلائنڈ ہاؤس میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ یہ ایک فطری عمل ہے جو بلائنڈ ہاؤس کے مکینوں میں پیدا ہوا۔ بابا میں تبدیلی آگئی چوں کہ اس کی حیثیت اور شخصیت دونوں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ بابا کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔ اسے ایجنسی کے کرتا دھرتا مہا گورو کے ہر حکم کو بجالانا ہوتا ہے۔ بابا جب اس ایجنسی میں داخل ہوتا ہے تو بڑے بڑے راز اس پر عیاں ہوتے ہیں کہ وزارتوں کی تبدیلی میں مہا گورو کا ہاتھ ہے۔

پارلیمنٹ اس کے ہاتھوں کا کھیل ہے۔ مفاد پرست سیاست دان ٹولوں کے بارے میں جان جاتا ہے۔ ملک کی موجودہ معاشی ابتری کی صورت حال بھی سامنے آجاتی ہے۔

'نادید' میں ہندوستان کی سیاسی صورت حال، مفاد پرستوں اور عالمی سیاسی گٹھ جوڑ کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ موجودہ صورت حال پر بھی کئی اہم سوال اٹھائے گئے ہیں۔ جن کا تعلق ہندوستان کے مستقبل سے ہے۔

اس بات کے تمام تر ثبوت ناول میں موجود ہیں۔ جہاں بابا سیاسی بصارت رکھتا ہے تو وہاں بھولا بھی کم نہیں ہے۔ بھولے کے ہاں بھی سیاسی شعور موجود ہے۔ مثلاً:

> "میں نے بھولا کو کانفرنس میں ایک چھوٹی سی تقریر کرنے کو بھی کہہ رکھا تھا۔ مجھے ایک بڑا عمدہ خیال سوجھا ہے بابا۔ میں لوگوں کو بتاؤں گا کہ ملکوں کی آپس میں لڑائی کا سبب آنکھیں ہیں اگر سب لوگوں کی آنکھیں ختم کر دی جائیں تو جس ملک میں رہیں گے اُسے اپنا گھر تسلیم کریں گے" (۱۱)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)
ماخذ تحقیقی مجلہ

بھولا اندھا ضرور ہے لیکن شعوری طور پر وہ بینا ہے۔ وہ اتنا ادراک ضرور رکھتا ہے کہ وطن دوستی اور انسان دوستی کی افادیت کیا ہے؟ ناول کے کرداروں، تعلقات اور ناول کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے سیاسی برج عالمی خفیہ ایجنسی کے کارکن ہیں۔ یہاں تک کہ ملک کا سربراہ بھی بکا ہوا ہے۔ ہندوستان میں مہا گورو و غیر جیسے ملک کی غیر ملکی خفیہ ایجنسی کے ہاتھوں بکے ہوئے ہیں۔ وہ وزیر خارجہ کو مروانے کا پروگرام بناتا ہے۔ اس میں وزیر اعظم اور وزیر خارجہ کا سیکرٹری بھی شامل ہے۔

مدراس میں عالمی ایجنسی کی مدد سے ایک کانفرنس منعقد کی جارہی ہوتی ہے۔ جس کی صدارت کے لیے وزیر اعظم "بابا" کو تیار کرتا ہے۔ اجلاس کی تیاری میں بابا کے ساتھ وزیر خارجہ کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ بابا کانفرنس میں جانے کے لیے اپنے بلائنڈ ہاؤس میں کچھ ساتھیوں کو بھی تیار کر لیتا ہے لیکن مہا گورو کا پیغام وصول ہوتا ہے۔ بابا کو ہدایت دی جاتی ہے کہ جست کا انگلی بھر جتنا ٹائم بم ہے جس کی مدد سے اُس نے نے جہاز کو تباہ کرتا ہے۔ بابا کو ایک کیپسول دیا جاتا ہے اس کے کھانے کے بعد بابا کو بخار ہو جائے گا وہ بخار کے بہانے وہ حیدر آباد میں جہاز سے اُتر جائے گا اُس کے بعد بم پھٹ جائے گا۔ اگر حالات قابو میں نہ رہے تو ایک اور کیپسول کھا کر عزت اور بہادری سے دنیا کو خیر باد کہہ دینا۔

یہاں ناول میں کلائمکس عروج پر پہنچ جاتا ہے۔ بابا کو اپنی موت کا کوئی خوف نہیں لیکن وزیر خارجہ، بھولا اور دوسرے اندھوں کو موت سے بچانا چاہتا ہے۔ وہ بھولا جسے لوگوں کو اپنی اولاد سمجھتا ہے۔ اس لیے وہ اپنی جان کی پروا کیے بغیر اس سازش کو اپنی سیکرٹری کالیا کے توسل سے بے نقاب کرتا ہے۔ آخر میں وہ ٹائم بم اندھے کنویں میں پھینک دیتا ہے اور خود موت والی گولی کھا ہمیشہ کے لیے سو جاتا ہے۔ بابا اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتا ہے اور عالمی ایجنسی کے خواب کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ ڈاکٹر محمد حامد خان لکھتے ہیں:

"جوگندر پال بابا جیسے منفی کردار کو اس کی خودکشی کی وجہ سے ہیرو بنا دیتے ہیں۔" (۱۲)

اس ناول کے بارے میں فہیم اعظمی کی یہ رائے ہے:

"جوگندر پال نے جیون کے واقعی صورت کو اپنے تصوراتی قوت سے تاثیر عطا کی ہے روح و دل کی نظر سے انسانی اقدار و اخلاق کو ترتیب دینے کی ہر ممکن کوشش کی ہے"(۱۳)

فنی حوالے سے یہ ناول جدیدیت کا حامل ہے جو گندر پال نے کرداروں کے حوالے سے ابواب بندی سے کام لیا ہے۔ ہر کردار اپنی باری پر اپنی روداد سناتا ہے۔ پورے ناول میں واحد متکلم کی تکنیک استعمال کی گئی ہے۔ ہر

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

باب میں راوی تبدیل ہے ہر کردار کے بیان میں خود کلامی فلیش بیک شعور کی رو اور کہیں کہیں سریئلزم جیسی تکنیک بھی موجود ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ہر تکنیک کرداروں کے باطن تک کی رسائی کا ذریعہ ہے۔

جوگندر پال کی فنکاری یہ ہے تکنیک کے بغیر بات کی تہہ تک پہنچنا ناممکن ہے۔ جب بابا شرفو کو اپنے دفتر بلاتا ہے تو شرفو کیا سوچتا ہے۔ آخر اسے کیوں بلایا گیا ہے۔ یہاں ناول میں خود کلامی اور شعور کی رو کی ہلکی جھلک محسوس ہوتی ہے اور کردار کی داخلی کیفیت بھی سامنے آتی ہے:

> "اب وہ یہاں کیسے آسکتی ہے؟ لیکن کیا پتہ۔۔۔۔۔۔۔۔ کیا پتا وہ آئی ہو؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور کہا ہو اس نے بابا کو کہ میں شرفو سے ملنا چاہتی ہوں اور شادی کی آرزو رکھتی ہوں ۔۔۔۔رونی،۔۔۔۔۔ نہیں میرے دوست اب تو میں کسی حال میں نہیں رک سکتا۔۔۔۔۔ دیکھو اگر تم اصرار کروگے تو میں کھائی میں کود جاؤں گا۔۔۔۔۔ میں آتا ہوں رونی"(۱۴)

ایک اور اقتباس دیکھیے گا جس میں جوگندر پال نے شعور کی رو آزاد تلازمہ خیال اور سریئلزم کے امتزاج سے اقتباس کو خوب صورت بنا دیا ہے:

> میرے اندر تو سبھی اشیاء ایک ہی رنگ میں نظر آتی تھیں۔۔۔۔ سائے کے رنگ میں۔۔۔۔ آسمان کے نیچے سرخی ہی سرخی ہے۔ سرخی؟۔۔۔۔ ظالموں نے میرے دیکھتے ہی دیکھتے میرے باپ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہیں اور ٹکڑوں کے اور ٹکڑے کیے جا رہے ہیں۔۔۔۔۔ امی!۔۔۔۔۔۔۔ امی!۔۔۔۔۔۔۔ مجھے دکھائی نہیں دے رہا ہے!۔۔۔۔۔۔ بابا!۔۔۔۔۔ میں اپنے ماں باپ کو کہاں ڈھونڈوں باہر کا کوئی راستہ مجھے معلوم نہیں اس لیے ان کی تلاش میں میری آنکھیں میرے اندر ہی دھنس کر کہیں کھو گئی ہیں۔۔۔۔۔۔ میں اندھا ہو گیا ہوں۔۔۔۔۔۔۔ بابا!۔۔۔۔۔۔۔ امی!۔۔۔۔۔۔ ی۔۔۔۔۔۔ ی!(۱۵)

پورے ناول میں خود کلامی کی تکنیک حاوی ہے۔ ناول نگار نے بعض جگہوں پر بیانیہ سے بھی کام لیا ہے۔ رونی کی کہانی میں تین تکنیکوں کی آمیزش ہے اور ایسی مثال اردو ناول میں خال خال ملتی ہے مثلاً "نانی کو بڑا شوق تھا کہ مجھے دلہن بنی ہوئی دیکھے مگر وہ ڈرتی بھی تھی شادی کے بعد میں چلی گئی تو وہ اکیلی کیسے رہے گی؟ فکر مت کرو رونی،

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

جب تک توری سادی ناہیں، منالوں گی۔ مر کر بھی تو راسنگ ناہیں چھوڑوں گی۔ جب میں بابا گھر سے نکلی تھی تو مجھے میری نانی کی آواز کئی سنائی دی، تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے میں تمہارے ساتھ ہوں تم گھبرائے کا ہے ہو میری بیٹی۔۔۔۔۔۔۔رونی تمہیں سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔۔۔بیٹی۔۔۔۔۔۔بیٹی۔۔۔۔۔!۔۔۔۔اور کار کے نیچے آتے آتے چیخ کر کہا تھا، چپ نانی۔۔۔۔۔۔جان مت کھاؤ" (۱۶)

مذکورہ بالا مثالوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ جوگندر پال تکنیکیوں کو برتنے کا ہنر خوب جانتے ہیں اور ان تکنیکیوں نے "نادید کو جدید' اردو ناول، کے صف اوّل میں شامل کر دیا ہے۔

ناول کا ایک اہم عنصر اس کا اسلوب ہوتا ہے۔ناول کا اسلوب نہایت ہی سادہ ہے یوں لگتا ہے جیسے جوگندر پال ہم سے باتیں کر رہے ہیں۔"نادید" کے اسلوب کے بارے میں ڈاکٹر ممتاز احمد خان لکھتے ہیں:

"نادید کا اسلوب سادہ ہے اور خطیبانہ طرز کی خوبصورت مثال ہے"۔ (۱۷)

ڈاکٹر ممتاز احمد خان کی رائے سے اتفاق کیا جاسکتا ہے۔نادید کے اسلوب کے بارے میں ڈاکٹر ظل ہما کہتی ہیں:

" جوگندر پال کا اسلوب فطری ہے اور بے ساختہ پن کی ایک عمدہ مثال ہے وہ سوچ سوچ کر لکھنے سے قاصر دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی کہانی ایک دم وجود میں آجاتی ہے۔ اس لیے ان کے ہاں غیر فطری موڑ نہیں آتے "۔ (۱۸)

ڈاکٹر ظل ہما کی رائے سے اتفاق کیا جاسکتا ہے۔ان کے اسلوب کے بارے میں انور خان لکھتے ہیں:

"نادید ناولوں کی دنیا میں اپنی الگ پہچان رکھتا ہے"۔ (۱۹)

جدید اردو ناول اسلوب کے حوالے سے جذبات سے بالکل عاری ہے۔بڑے سے بڑے اور دہلا دینے والے واقعات بھی اس انداز سے بیان کیے جاتے ہیں کہ کوئی جذباتی پہلو سامنے نہیں آتا۔ مگر اس کا مطلب ہرگز یہ بھی نہیں ہے کہ اس طرز ادا سے ناول کو سپاٹ اور کھردرا بنایا جائے۔اس کے اسلوب کی تہہ داری بھی ہو سکتی ہے۔ جو اس کو معنی خیز بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔اس سے انسانی حسن بھی پیدا ہوتا ہے۔نادید کے اسلوب کے بارے میں ڈاکٹر شہاب اعظمی کہتے ہیں:

"صداقتوں کے اظہار کے لیے انہوں نے جو زبان استعمال کی ہے وہ کئی پرتیں رکھتی ہے وہ پڑھنے والے کو شعور کی منزل سر کروانے کے بعد غم کا احساس دلاتی ہے"(۲۰)

کرداروں کی زبان کو ہم معاشرے کی زبان ہرگز نہیں کہہ سکتے بل کہ وہ زبان اُن کے احساسات، جذبات اور روّیوں کی زبان ہوتی ہے۔ ہر کردار کی اپنی زبان ہوتی ہے۔ ناول میں بھولا، شرفو، رونی اور بابا کی زبان ایک جیسی نہیں ہے۔ اگر زبان ایک جیسی ہوتی تو کردار مسخ ہو جاتے اور ناول قابل فہم نہ ہوتا۔ اُن کے اسلوب کے بارے میں ڈاکٹر ممتاز احمد خان لکھتے ہیں:

> "بلاشبہ یہ ناول اردو زبان و ادب میں ایک نیا، اچھوتا اور کامیاب تجربہ ہے۔ اس میں زندگی کی بالکل نئی جہت کو آشکار کیا گیا ہے۔ پہلی بار اردو ناول میں باصرہ جیسی حس کا سہارا لیے بغیر زندگی اور کائنات کے معنوی امکانات کو دیگر حساسیات کی مدد سے کھوجنے کی کوشش کی گئی ہے"(۲۱)

جوگندر پال اپنے کرداروں میں سما جاتے ہیں۔ وہ دور سے کرداروں کو نہیں دیکھتے۔ رنویر رانگڑھ لکھتے ہیں:

> "پال کے نزدیک کہانی اور ناول ایسا قویٰ ذریعہ اظہار ہیں جس کے توسط سے انسانی ضمیر کی تلاش بہ خوبی کی جا سکتی ہے۔ ان کے نزدیک ادب اپنے آپ میں کوئی مقصد نہیں بل کہ یہ آدمی کو آدمیت تک پہنچانے کا ایک وسیلہ ہے۔ انسان کی روح میں جھانکنے کے لیے پال دنیا بھر کے دُکھ اپنانے کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں۔(۲۲)

رنویر رانگڑھ کی اس بات سے اتفاق کیا جا سکتا ہے کہ 'نادید' کو پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ جوگندر پال اپنے کرداروں میں سمانے کے لیے ان کے دُکھ کو اپنا دکھ سمجھ لیتے ہیں۔ وہ دنیا کے دکھ بانٹتے نہیں بل کہ بھوگتے بھی ہیں۔

حوالہ جات

۱ انور سدید، ڈاکٹر: "نادید (مضمون) مشمولہ "ماہ نور" لاہور فروری ۱۹۸۸ص ۳۴

۲ جوگندر پال: "نادید" تخلیق کار پبلشرز دہلی ۲۰۰۲ص ۷

۳ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر: "اُردو ناول کے بدلتے تناظر"، اردو اکیڈمی پاکستان، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۸۴۔۸۵

۴ جوگندر پال، "نادید" تخلیق کار پبلشرز، دہلی، ۲۰۰۲ء ص ۸۴۔۸۵

۵ ایضاً ص ۱۳

۶ حامد علی خان، ڈاکٹر: 'اردو کے اٹھارہ ناول" ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۰۵ء ص ۱۶۸

۷ خالد اشرف، ڈاکٹر: "برصغیر میں اردو ناول" فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۸۰

۸ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر: "اردو ناول کے بدلتے تناظر"، ص ۱۸۰

۹ جوگندر پال: "نادید" ص ۱۲۳

۱۰ ایضاً، ص۔ ۱۲۷

۱۱ ایضاً، ص۔ ۲۰۵

۱۲ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر: "اردو ناول کے بدلتے تناظر" ص ۱۷۹

۱۳ حامد علی خان، ڈاکٹر: "اردو کے اٹھارہ ناول" ص ۱۷۷

۱۴ جوگندر پال: "نادید" ص ۲۵۔۲۶

۱۵ ایضاً، ص ۴۹۔۵۰

۱۶ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر: "اردو ناول کے بدلتے تناظر" ص۔ ۱۸۰

۱۷ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر: "آزادی کے بعد اردو ناول"، انجمن ترقی اردو پاکستان: کراچی، ۲۰۰۸ء، ص ۱۲۲

۱۸ ظل ہما، ڈاکٹر: "جوگندر پال کے نئے ناولوں پر ایک نظر" (مضمون): مشمولہ "ہم عصر اردو ناول" مرتبین: قمر رئیس، علی احمد فاتمی، ایم آر پبلی کیشنز دہلی، ۲۰۰۷ء ص۔ ۶۵

۱۹ انور خان: "اردو ناول رویے اور اسلوب" (مضمون)، مشمولہ "آزادی کے بعد اردو فکشن، مسائل و مباحث" مرتب؛ ابوالکلام قاسمی، ساہتیہ اکادمی، دہلی ۲۰۰۱ء ص ۴۷

۲۰ شہاب ظفر اعظمی، ڈاکٹر "معاصر اردو ناول میں اسلوب کے تجربے" (مضمون)، مشولہ اردو ناول تفہیم و تنقید"، ص ۳۲۱

۲۱ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر: "اردو ناول کے چند اہم زاویے"، انجمن ترقی اردو (پاکستان)، کراچی، ۲۰۰۳ء، ص ۵۰

۲۲ رنویر رانگڑھ: "جوگندر پال سے مکالمہ" ترجمہ شکیب نیازی، مشمولہ بے اصطلاح "از جوگندر پال تخلیق کار پبلشرز، دہلی، ۱۹۹۸ء، ص ۱۹۹